بسم اللہ الرحمن الرحیم

عاشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت غازی علم الدین شہید قدس سرہٗ العزیز

حسبِ فرمائش: گل از ابو برکات گلِ نایاب

سیّد مسعود احمد رضوی اشرفی اندرون دہلی گیٹ

صاحزادہ سیّد مختار اشرف رضوی

صاجبزادہ سیّد ندیم اشرف رضوی

ترتیب وتحریر: صاجبزادہ سیّد شاھد حسین گردیزی

ناشر ومفت ملنے کا پتہ:

خدامان حضرت غازی علم الدین شہید قدس العزیز

خدمان امام اہلسنت سیّد محمد دیدار علی شاہ

بانی دار العلوم حزب الاحناف، لاہور

حضرت غازی علم الدین شہید قدس سرہ العزیز
عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم

غازی علم الدین شہید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ۱۹۰۸ء کو لاہور میں پیدا ہوئے۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے آباؤ اجداد سکھ مذہب کے پیروکار تھے۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے آباؤ اجداد میں بابا لہنا سنگھ نے مغل فرمانروا جہانگیر کے دور میں اُس وقت کے اولیاء اللہ کی صحبت سے متاثر ہو کر اسلام قبول کیا۔

بابا لہنا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا زیادہ وقت اولیاء اللہ کی خدمت میں گزرتا تھا جن کی صحبت میں رہ کر وہ خود بھی ولی بن گئے تھے۔ بابا لہنا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسلام قبول کیا تو اُن کو گھر والوں کی طرف سے سخت تنقید کا نشانہ بنایا گیا اور اُنہیں سخت سے سخت اذیتیں دی جاتی تھیں۔ بالآخر ایک وقت ایسا آیا جب وہ ان اذیتوں سے تنگ آکر گھر بار چھوڑ کر ہجرت پر مجبور ہو گئے۔

بابا لہنا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہجرت کر کے موضع پڈانہ میں آکر آباد ہوئے۔ موضع پڈانہ برکی ہڈیارہ پاکستان وہندوستان کے بارڈر پر واقع ہے۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا وصال موضع پڈانہ ہوا۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مزار موضع پڈانہ میں "بابا لہنو" کے نام سے مشہور ہے۔ آج بھی ہزاروں لوگ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مزار پر حاضر ہو کر عقیدت کے نذرانے پیش کرتے ہیں۔ جب کہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے چھوٹے بیٹے کی نسل لاہور شہر میں آباد ہے۔

آپ کا آبائی مکان

عاشقِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، غازی علم الدین شہید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے آبائی مکان پر جانے کے لیے آپ لاہور کے ریلوے اسٹیشن کھڑے ہوں یا بادامی باغ، بھاٹی چوک میں ہوں یا لکشمی چوک میں، کسی سے بھی پوچھ لیجیے کہ قدیمی لاہور کے مشہور بازار کشمیری بازار کے بارے میں۔ کشمیری بازار رنگ محل چوک سے سیدھا دہلی گیٹ تک پھیلا ہوا ہے۔ رنگ محل چوک میں ایاز کا مزار واقع ہے۔ ایاز سلطان محمود غزنونی کے خادم تھے اور ایاز اپنے تقویٰ اور فہم وفراست کی وجہ سے مشہور تھے۔ ایاز اور سلطان محمود غزنوی کے بارے میں علامہ اقبال رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا یہ شعر بہت مشہور ہے۔

ایک ہی صف میں کھڑے ہیں محمود ایاز
نہ کوئی بندہ رہا نہ کوئی بندہ نواز

انہی ایاز کے مزار سامنے برتنوں والا ایک بازار ہے جو کیسرا بازار کے نام سے مشہور ہے۔ اس بازار میں داخل ہو کر دائیں جانب ایک چھوٹی سی گلی میں مڑ جائیں۔ یہ گلی بازار کا حصہ ہے اور کسی زمانہ میں اس بازار کا نام بازارِ سرفروشاں ہوتا تھا جب کہ موجودہ نام اس بازار کا سریاں والا بازار ہے۔ سریاں والا بازار مشہور ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ۱۹۲۹ء تک یہ بازار بھیڑ بکریوں کی سرفروشی کی وجہ سے مشہور تھا۔

بائیں جانب گلی کے اندر آج بھی غازی علم الدین شہید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مکان ہے۔ یہ محلہ کوچہ چابک سواراں کے نام سے مشہور ومعروف ہے۔

ولادت مبارک

وہ جمعرات کا روشن دن تھا جب گمنام طالع مند کے گھر میں وہ ستارہ روشن ہوا جس نے طالع مند کو گمنامی کے اندھیروں سے نکال کر اُجالوں میں پہنچا دیا۔ طالع مند کام پر جانے کے لیے تیار تھے۔ اُنہیں بتایا کہ اُن کی زوجہ کی طبیعت ناساز ہے اور زچگی کا مرحلہ بھی کسی وقت درپیش ہوسکتا ہے۔ یہ خبر سنتے ہی طالع مند قدرے خوش بھی تھے لیکن زچگی کے تلیف دہ مرحلہ کی وجہ سے پریشان بھی تھے۔ بالآخر وہ گھڑی آن پہنچی جس گھڑی نے اُن کو وہ عزت عطا کی جس کے خواہاں لوگ صدیوں تک رہتے ہیں پھر بھی نصیب نہیں ہو پاتی۔ طالع مند کے گھر ایک بیٹے کی پیدائش ہے۔ رشتہ داروں اور محلہ داروں کا ایک ہجوم تھا جو اُن کو مبارک باد دینے کے لیے موجود تھا۔ طالع مند یہ خبر سنتے ہی فوراً مٹھائی لے آئے اور سب کا منہ میٹھا کرانے لگے۔

بچے کا نام علم الدین رکھا گیا جو بڑا ہو کر غازی علم الدین شہید رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے نام سے مشہور ہوا۔ غازی علم الدین شہید رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ ۸ ذی قعدہ ۱۳۲۶ھ بمطابق ۴ دسمبر ۱۹۰۸ء کو بازار سریانوالہ، اندرون کشمیری گیٹ پیدا ہوئے۔ طالع مند پہلے دن اتنے مصروف رہے کہ اُنہیں بچے کی شکل دیکھنے کا بھی موقع نہ مل سکا۔ جب اگلے دن اُنہوں نے بچے کو گود میں اٹھایا تو بے اختیار چومنے لگے۔

طالع مند فطرتاً شریف الطبع انسان تھے۔ طالع مند کو کبھی بھی یہ خواہش نہ رہی تھی کہ وہ راتوں رات امیر ہو جائیں۔ وہ اپنی مختصر سی زندگی میں نہایت خوش و خرم تھے۔ طالع مند محلّہ چابک سواراں، بازار سریانوالہ میں اپنے اہل خانہ کے

ہمراہ امن وسکون کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ چونکہ اُس دور میں دولت مندوں کی زیادہ عزت افزائی ہوتی تھی اور ہر شخص کی خواہش ہوتی تھی کہ اُس کی اولاد بھی دولت کے پیچھے پڑے۔ لیکن طالع مند کی آرزو ان سب سے ہٹ کر تھی۔ اُن کی خواہش تھی کہ علم الدین بڑا ہو کر اُن جیسا محنتی اور دیانت دار کاریگر بنے، اپنا گھر بسائے اور اچھا نام پائے۔ لیکن اُن کی سوچ سے ہٹ کر وہ تقدیرِ الٰہی کے اس فیصلے سے بے خبر تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کو زمین پر نعمت خداوندی سے سرفراز فرما دیا تھا۔ طالع مند اور اُن کے عزیز و اقارب اور محلّہ چابک سواراں کو وہ مقام ملنے والا تھا جس کی خواہش ہر ایک کے دل میں ہوتی ہے۔ علم الدین نے طالع مند اور اپنے محلّہ کو تاریخ میں درخشاں ستارہ بنا کر جھکا دیا۔

خواب میں حکم

غازی علم الدین شہید رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے خواب میں ایک بزرگ کو دیکھا جو اُن سے کہہ رہے تھے!

"علم الدین دیر نہ کرو، یہ کام تمہارے ذمے لگ چکا ہے ایسا نہ ہو کہ تمہارے دیر کرنے سے کوئی دوسرا بازی لے جائے اور تم پچھتاتے رہو۔"

غازی علم الدین شہید رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے خواب میں ان بزرگ سے کچھ پوچھنے کا ارادہ کیا ہی تھا کہ ایسے میں باپ نے انہیں جھنجھوڑ کر اٹھا دیا اور بڑے پیار سے دریافت کیا!

"کیا بات ہے علم الدین تم آج کام پر گئے اور واپس بھی آ گئے؟"

غازی علم الدین شہید رحمتہ اللہ علیہ نے کہا!

''ابا جان! میری طبیعت کچھ ناساز ہوگئی تھی لہٰذا میں واپس آگیا ہوں۔کل انشاء اللہ کام پر جاؤں گا۔آپ فکر مند نہ ہوں۔''

طالع مند نے کہا!

''دیکھو میں نے پرسوں کوہاٹ جانے کا فیصلہ کیا ہے اور تمہیں بھی میرے ساتھ وہاں جا کر کام کرنا ہوگا اس لیے کل کام پر مت جانا۔''

اتنا کہہ کر طالع مند کمرے سے باہر چلے گئے۔



حضرت غازی علم الدین شہید قدس سرہ العزیز

حتمی فیصلہ

غازی علم الدین شہید رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ دوپہر تک گھر میں چارپائی پر لیٹے رہے۔ پھر ماں کے اصرار پر اٹھ کر انہوں نے کھانا کھایا اور دوبارہ بستر پر جا کر لیٹ گئے۔ غروب آفتاب کے وقت بستر سے اٹھے اور منہ ہاتھ دھویا۔ پھر باپ کو گھر میں موجود نہ پا کر ٹارچ اور چھتری اٹھائی اور شیدے کے گھر جا پہنچے اور شیدے کو آواز دی تو شیدا جو کہ اس وقت گھر پر ہی تھا فوراً باہر آگیا۔ دونوں ایک تھڑے پر جا کر بیٹھ گئے۔

شیدے نے جب غازی علم الدین شہید رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ سے اُن کا پروگرام پوچھا تو غازی علم الدین شہید رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے شیدے کو اپنے پروگرام سے آگاہ کرتے ہوئے کہا:

''دیکھو! شیدے اس بات کو راز ہی رکھنا اور کسی سے کچھ مت کہنا۔ میں تمہیں اپنی ٹارچ، چھتری اور کلائی کی گھڑی دے رہا ہوں۔ خدارا! ان کو میری آخری نشانی سمجھ کر سنبھال کر رکھنا۔ یہ چیزیں تمہیں میری یاد دلاتی رہیں گی۔''

شیدا یہ سُن کر جذبات سے مغلوب ہوگیا اور اُس کی آنکھوں سے آنسو ٹپکنے لگے۔ پھر وہ دونوں باہم بغلگیر ہوئے۔ غازی علم الدین شہید رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ

نے اس سے علیحدگی اختیار کرتے ہوئے اپنا وہ خواب سنایا جوانہوں نے آج دیکھا تھا۔

شیدا، غازی علم الدین شہید رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی بابت خواب سن کر بولا!

''علم الدین! مجھے تم پر رشک آرہا ہے یہ تمہاری خوش نصیبی ہے۔
کاش! یہ سعادت میرے حصے میں آتی تو میں بھی اپنے اوپر رشک
کرتا۔''

غازی علم الدین شہید رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے شیدے سے کہا!

''شیدے! جذبانیت چھوڑ اور میرے حق میں دُعائے خیر کرو کہ
میں اپنے مقصد میں کامیاب ہوجاؤں۔''

اس کے بعد غازی علم الدین شہید رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ سے اجازت طلب کی اور بغلگیر ہوکر اُس کی پیشانی پر بوسہ دیا۔ دونوں دوست سرجن سنگھ چوک تک آئے اور وہاں سے علیحدہ علیحدہ ہوکر اپنے گھروں کی طرف چل دیئے۔

طالع مند ابھی تک گھر واپس نہ آئے تھے۔ غازی علم الدین شہید رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے کمرے میں چلے گئے۔ جہاں ماں نے انہیں کھانا دیا جس کو آپ نے رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے خوب سیر ہوکر کھایا۔ اسی دوران باپ بھی گھر آگئے۔

غازی علم الدین شہید رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ رات دیر تک اپنے ہی خیالات میں مگن رہے اور راجپال کے قتل کے منصوبے بناتے رہے۔ انہیں خیالات میں نہ جانے اُن کی کب آنکھ لگ گئی اور وہ نیند میں کھو گئے۔ صبح کو جب اُن کی آنکھ کھلی تو دن نکل چکا تھا۔

☆☆☆

مردود راجپال کا قتل

۱۶ اپریل ۱۹۲۹ء کی صبح تھی۔ طالع مند صبح ہی صبح اپنے اوزار تیز کررہے تھے کیونکہ اُنہیں اگلے دن غازی علم الدین شہید رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے ہمراہ کوہاٹ جانا تھا۔ طالع مند کے ساتھ ہی محمد دین کی زوجہ اپنی بچی کو گود میں لیے بیٹھی تھی۔ محمد دین اپنے کمرے میں بیٹھے کچھ لکھنے میں مصروف تھے۔ غازی علم الدین شہید رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی والدہ گھر کی صفائی ستھرائی میں مصروف تھیں۔ غازی علم الدین شہید رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے ماں کے پاس جاکر لاڈ سے کہا!

''ماں! میٹھے چاول پکا کر کھلاؤ! آج بہت جی چاہ رہا ہے۔''

ماں! بولیں!

''بیٹے! ذرا صبر سے کام لے' گھر کا تھوڑا سا کام باقی رہ گیا ہے
فارغ ہوتے ہی تجھے پکا دوں گی۔''

غازی علم الدین شہید رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ ماں کا جواب سن کر اپنے باپ کے پاس آکر بیٹھ گئے جو ابھی تک اپنے اوزاروں کی درستگی میں مصروف تھے۔ کچھ دیر اُن کے پاس بیٹھے رہنے کے بعد وہ اٹھے اور غسل خانے میں جاکر پانی کا ٹب بھرا اور خوب اچھی طرح غسل کیا اور لباس بدلا' پھر خوشبو لگائی اور اپنے کمرے میں جا بیٹھے۔

تھوڑی دیر بعد ماں میٹھے چاول پکا کر لے آئیں اور طالع مند کے پاس لے کر بیٹھی اور غازی علم الدین شہید رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کو پکارا۔ غازی علم الدین شہید رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے ماں کی آواز سنی تو باہر آکر باپ کے پاس بیٹھ گئے اور

پھر باپ بیٹا دونوں نے مل کر میٹھے چاول کھائے۔

ابھی غازی علم الدین شہید رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے اٹھ کر دروازہ پر جا کر پتا کیا تو پتا چلا کہ کوئی آدمی طالع مند سے ملنے کا خواہاں ہے اور انہیں باہر بلا رہا ہے۔ جس پر آپ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے والد کو بلایا اور وہ وہاں آ گئے اور اس نوجوان سے بات چیت کرتے رہے اور پھر اُس کے ساتھ گھر سے چلے گئے۔

راجپال کی تلاش

غازی علم الدین شہید رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے گھر سے باہر تھوڑا سا وقت حاجی صادق دودھ دہی والے کی دوکان پر گزارہ اور پھر وہاں سے گمٹی بازار کی جانب چل دیے جہاں پہنچ کر انہوں نے ادھر اُدھر گھوم پھر کر وقت گزارہ اور پھر آتمارام نامی ایک کباڑیے کی دوکان پر جا پہنچے جو چاقو چھریاں ڈھیر لگا کر بیچ رہا تھا۔

غازی علم الدین شہید رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک تیز دھار چھری اٹھائی اور اس کی قیمت آتمارام سے دریافت کی آتمارام نے اس کی جو قیمت بتائی وہ ایک روپیہ تھی۔ غازی علم الدین شہید رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے جیب سے پیسے نکالے اور وہ ایک روپیہ اس کے ہاتھ پر رکھ دیا اور چھری اپنی چادر کی ڈھب میں دبوچ لی۔ اس وقت غازی علم الدین شہید رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی کیفیت دیدنی تھی ان کی روح سرشاری سے جھوم رہی تھی۔

غازی راجپال کے دفتر میں

شاہ عالمی سے ہوتے ہوئے غازی علم الدین شہید رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ لوہاری پولیس اسٹیشن کے پاس پہنچے تو وہاں پولیس کے چند جوانوں کو کھڑے دیکھا۔ آپ

رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے دل کی دھڑکن تیز ہو گئی۔ آپ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی ڈھب میں موجود چھری کا جائزہ لیا اور پھر بڑے مطمئن انداز میں انارکلی بازار میں داخل ہو کر ہسپتال روڈ کی جانب مڑ گئے' اس وقت دن کے ایک بج کر پچاس منٹ ہو چکے تھے۔

راجپال کا دفتر ہسپتال روڈ پر قطب الدین ایبک کے مزار سے تھوڑا پہلے عشرت پبلشنگ ہاؤس کی دوکان کے سامنے واقع تھا۔ جس میں شیطان صفت راجپال اپنا کاروبار کیا کرتا تھا۔ دفتر سے ذرا پہلے لکڑی کا ٹال تھا جس کے ساتھ ایک چھوٹا سا کھوکھا بنا ہوا تھا۔ غازی علم الدین شہید رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے وہاں پہنچ کر کھوکھے کے اندر بیٹھے ہوئے ایک نوجوان سے استفسار کیا!

''راجپال کا دفتر کون سا ہے؟ اور کیا وہ اُس کے اندر موجود ہے؟''

اس نوجوان نے بتایا کہ راجپال کا دفتر ساتھ ہی میں ہے وہ ابھی تک نہیں آیا ہے جس وقت وہ دفتر میں ہوتا ہے تو پولیس کے جوان اس کے دفتر کے آگے پہرا دے رہے ہوتے ہیں۔

نوجوان کی بات سُن کر غازی علم الدین شہید رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کھوکھے کے باہر بچھے ہوئے ایک بنچ پر بیٹھ گئے اور راجپال کے انتظار میں مصروف ہو گئے۔

تھوڑی ہی دیر گزری ہو گی کہ دفتر کے عین آگے ایک کار آ کر رُکی۔ کار کا دروازہ کھلا تو اس میں سے ایک شخص نکلا جسے دیکھتے ہوئے اس نوجوان نے غازی علم الدین شہید رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کا کندھا ہلا کر اسے اشارے سے بتایا کہ یہی راجپال ہے۔ جس نے کتاب چھاپی ہے۔

راجپال اپنے دفتر میں چلا گیا اور غازی علم الدین شہید رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی آنکھوں میں خون اتر آیا اور اُن کے کانوں میں خواب والے بزرگ کے الفاظ ٹکرائے!

''علم الدین! جلدی کرو' دیر کرنے سے کوئی اور بازی لے جائے گا۔''

ان الفاظ کے ٹکراتے ہی غازی علم الدین شہید رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ تیزی سے اٹھے اور دفتر کی جانب روانہ ہو گئے۔ کھوکھے والا وہ نوجوان گہری نظروں سے غازی علم الدین شہید رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی جانب دیکھ رہا تھا۔

راجپال ہر دور سے واپس آیا تھا اور دفتر میں جا کر اپنی کرسی پر بیٹھا اور پھر پولیس کو اپنی امداد کی خبر دینے کے لیے ٹیلی فون کرنے کے بارے میں سوچ رہا تھا کہ اتنے میں غازی علم الدین شہید رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ دفتر کے اندر داخل ہوئے۔

اُس وقت راجپال کے دفتر میں دو ملازم بھی موجود تھے۔ ان میں سے ایک کدار ناتھ پچھلے کمرے میں کتابیں رکھ رہا تھا جب کہ دوسرا ملازم بھگت رام، راجپال کے پاس ہی کھڑا تھا۔ راجپال نے درمیانے قد کے گندمی رنگت والے نوجوان کو دفتر میں داخل ہوتے دیکھا تو اس نے انہیں کوئی عام گاہک تصور کیا جبکہ وہ اس بات سے بے خبر تھا کہ اذن الٰہی آچکا ہے اور موت کا فرشتہ اس نوجوان کی شکل میں اُس کی جان لینے کے لیے آپہنچا ہے۔

غازی علم الدین شہید رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ اندر داخل ہو کر راجپال کی میز کے آگے رُکے جس کے پیچھے وہ بیٹھا ہوا تھا اور ٹیلی فون پر اس کا ہاتھ رکھا ہوا تھا۔ راجپال اور موت کے درمیان انتہائی کم فاصلہ رہ گیا تھا۔ اتنے میں رام بھگت وہاں سے ہٹ کر ایک الماری کی جانب بڑھ گیا تا کہ کتابوں کی جھاڑ پونچھ کر سکے۔

مردود راجپال واصل جہنم

غازی علم الدین شہید رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے بغور راجپال کو دیکھا اور اس کے چہرے پر ثبت خباثت سے سمجھ گئے کہ یہی راجپال ہے۔ اس کے ساتھ ہی ایک ساعت ضائع کیے بغیر انہوں نے اپنی ڈھب سے وہی تیز چھری نکالی اور انتہائی گہری نظروں سے اپنے نشانے کو تاکا تیزی سے ہاتھ کو فضا میں بلند کیا اور سیدھا اس کے جگر پر دے مارا۔ چھری کا پورا پھل انتہائی برق رفتاری سے راجپال کے سینے میں ہڈیوں کو کڑکڑاتا ہوا جگر میں پھنس گیا۔ اس تیز رفتاری کے ایک ہی وار نے اپنا کمال دکھایا۔ راجپال کے منہ سے ہائے کا لفظ نکلا اور بلا تامل وہ اوندھے منہ زمین پر جا گرا۔

راجپال کے گرتے ہی غازی علم الدین شہید رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے تیزی سے اپنی چھری کو کھینچا جس سے راجپال کے سینے سے خون کا فوارہ انتہائی تیزی سے ابلنے لگا۔ راجپال کے زور سے ہائے کرنے کی آواز سُن کر کدار ناتھ اُس جانب لپکا لیکن غازی علم الدین شہید رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے ہاتھ میں خون آلود چھری دیکھ کر وہ وہیں خوفزدہ ہو کر رُک گیا اور ہاتھ میں پکڑی ہوئی کتابیں غازی علم الدین شہید رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی طرف اچھال دیں لیکن ان میں سے کوئی بھی کتاب غازی علم الدین شہید رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کو نہ لگی۔

غازی علم الدین شہید رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے جب صورتحال کا جائزہ لیا تو راجپال دم توڑ چکا تھا۔ یہ دیکھ کر غازی علم الدین رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ الٹے پاؤں باہر کی جانب تیزی سے لپکے۔ یہ دیکھ کر کدار ناتھ اور بھگت رام دونوں نے شور مچانے لگے اور غازی علم الدین شہید رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے پیچھے شور مچاتے ہوئے

لپکے اور چیخ چیخ کر کہنے لگے!

''پکڑو پکڑو'...... مار گیا...... مار گیا راج پال کو مار گیا...... مارا گیا
...... مارا گیا...... مارا گیا۔''

غازی علم الدین شہید رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ وہاں ستیا رام سوداگر چوب کی دوکان کے اندر گھس گیے اور نلکے پر جا کر اپنے ہاتھ ڈھونے لگے۔ راجپال کے گندے خون سے اپنے ہاتھ صاف کئے اور پھر واپس لپکے۔ لیکن آگے ہجوم اکٹھا ہو گیا تھا اور شور مچا رہا تھا۔ اتنے میں ستیارام کے بیٹے دریا نند نے انہیں پکڑ لیا جو اس وقت شور سن کر اپنے دفتر سے باہر آیا تھا۔

غازی علم الدین شہید رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے جب یہ صورتحال دیکھی اور لوگوں کا شور وغل سنا تو اس کے جواب میں بلند آواز سے پکارا!

''لوگوں! سنو: میں نے ایک ہندو کونہیں ایک شیطان کو مارا ہے اور میں نے اس سے اس کی گستاخی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا بدلہ لیا ہے۔ میں نے توہین رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا بدلہ لیا ہے۔''

اتنے میں دیوان وزیر چند بھی وہاں پہنچ گیا۔ اُس کے دریافت کرنے پر غازی علم الدین شہید رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے کہا:

''میں نے دوکان سے کچھ نہیں چرایا۔ میں نے تو گستاخ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا خاتمہ کیا ہے اور اس سے اپنے رسول مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی توہین کا بدلہ لیا ہے۔''

☆☆☆

غازی علم الدین شہید رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی گرفتاری

لوگوں نے غازی علم الدین شہید رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کو گھیر لیا تھا اور انہیں پکڑ کر راجپال کے دفتر کی جانب لوٹے۔ وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ راجپال قتل ہو چکا ہے اور زمین پر اُس کی خون میں لت پت لاش پڑی ہے۔ غازی علم الدین شہید رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک گہری نظر سے اس کی جانب دیکھا۔ پہلے تو ان کا رنگ قدرے زرد ہوا لیکن پھر ان کا چہرہ دشمن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی حالت دیکھ کر سرخ ہو گیا اور ان کے چہرے پر طمانیت چمکنے لگی۔ انہوں نے پھر بلند آواز سے کہا۔

''میں نے اپنے آقا رسول اللہ سلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی گستاخی کا بدلہ لے لیا ہے۔''

اُس وقت غازی علم الدین شہید رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے چہرے پر جو زردی ایک لمحہ کے لیے آئی تھی وہ اس اندیشے سے تھی کہ کہیں دوسروں کی طرح وہ بھی ناکام نہ ہو چکے ہوں۔ مگر اپنی کامیابی کو دیکھ کر اُن کے چہرے پر سرخی لوٹ آئی تھی اور تشویش کی جگہ ایک عجیب قسم کی طمانیت ابھر آئی تھی۔

راجپال کے قتل کی خبر آناً فاناً سارے شہر میں گونج اٹھی اور ہندو آریہ سماج کے نوجوان تیزی سے ہسپتال روڈ پر جمع ہو گئے اور آریہ سماج کے جے جے کے نعرے

لگانے لگے۔ اُن کی چیخ و پکار اور شور و غل سے کان پڑی آواز سنائی نہ دے رہی تھی۔

دیوان وزیر چند نے ایک نوجوان کو تھانہ لوہاری گیٹ بھیجا تا کہ پولیس کو بلا لائے۔ تھانے میں اس وقت ڈیوٹی پر برکت علی کانسٹیبل موجود تھا۔ جب اُس کو راجپال کے قتل کی خبر سنائی گئی تو خود رحمت خان کانسٹیبل کے ساتھ چند سپاہی لے کر ہسپتال روڈ پر اس نوجوان کے ہمراہ پہنچا تا کہ اصل صورتحال کا پتہ چل سکے اور ملزم کو تھانے لایا جا سکے۔

برکت علی نے اپنے ہمراہ آنے والے دو سپاہیوں کے حوالے غازی علم الدین شہید رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کو کیا اور کہا:

''اسے فوری طور پر پولیس چوکی لوہاری دروازہ میں لے جا کر بند کر دے تا کہ ملزم کو لوگوں کے اکٹھے ہونے والے ہجوم کی اشتعال انگیزی سے محفوظ رکھا جا سکے۔''

پولیس کے وہ دونوں سپاہی تیزی سے ہجوم کے اندر سے راستہ بناتے ہوئے غازی علم الدین شہید رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کو لے کر پولیس چوکی لوہاری گیٹ میں لے گئے اور اسے حوالات میں بند کر دیا۔ تھوڑی دیر بعد کانسٹیبل تاراچند وہاں پہنچ گیا۔ اُس نے دفتر کے اندر موجود راجپال کی نعش کا معائنہ کیا۔ خون آلود چھری قبضہ میں لی اور جائے وقوعہ کا سارا جائزہ لے کر کیس مرتب کرنا شروع کر دیا۔

قتل کی رپورٹ

اس قتل کی باقاعدہ رپورٹ ملزم کیدار ناتھ نے انارکلی پولیس تھانہ میں درج کروائی۔ بھگت رام اور کیدار ناتھ نے بطور عینی گواہان قتل اپنا نام درج

کرایا۔ پولیس نے راجپال کی نعش کو پوسٹ مارٹم کے لیے میو ہسپتال بھجوایا۔

مردود کی لاش کا پوسٹ مارٹم

راجپال کی نعش جب میو ہسپتال پہنچی تو ڈاکٹر ڈارسن نے نعش کا پوسٹ مارٹم کیا نعش کی۔ شناخت کا فریضہ ڈاکٹر گردھاری لال نے کیا۔ پوسٹ مارٹم رپورٹ تیار کی گئی جس کے مطابق راجپال کے جسم کے مندرجہ ذیل حصوں پر زخم آئے تھے۔

''دونوں ہاتھوں کی انگلیاں' سر' چھاتی' پٹھے جب کہ کلیجہ بُری طرح مجروح تھا۔ کلیجہ کے قریب کی پسلی ٹوٹی ہوئی تھی' چھاتی کے بائیں جانب ایک انچ لمبا اور تقریباً ساڑھے تین انچ چوڑا زخم تھا جس کی گہرائی سات انچ تک تھی چوتھی پسلی بالکل کٹ گئی تھی اور بائیں پٹھے پر نمایاں زخم موجود تھا۔''

ڈاکٹروں کی رپورٹ کے مطابق تقریباً ایک درج ضربات کے نشانات تھے اور موت کا سبب کلیجے پر لگنے والے گہرے زخم کو قرار دیا گیا تھا جو کہ تیز نوک دار ہتھیار سے لگایا گیا تھا۔



غازی علم الدین شہید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا فیصلے پر اظہارِ اطمینان

ہائی کورٹ کے فیصلے کو سُن کر غازی علم الدین شہید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کہا! ''شکر الحمد اللہ!'' میں یہی چاہتا تھا۔

حضرت غازی علم الدین قدس سرہ العزیز کی کیفیت

ہندو اخبارات ورسائل کی ان بے بنیاد باتوں کے جواب میں وقار اللہ عثمانی نے ۴ ستمبر کو روزنامہ ''انقلاب'' میں اپنا ایک مضمون تحریر کیا جس میں وقار اللہ عثمانی نے کہا:

> ''میں کل شام تین بجے سنٹرل جیل لاہور میں غازی علم الدین شہید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ملا۔ وہ ماشاء اللہ خوش وخرم ہیں اور اُن کی صحت قابلِ رشک ہے۔ میری اُن سے ملاقات قریباً بیس سے پچیس منٹ تک جاری رہی۔ میں نے کبھی بھی پھانسی کے مجرم کو اس قدر اطمینانی کیفیت میں نہیں دیکھا۔''

میں سمجھتا ہوں تیری عشق گری کو ساقی
کام کرتی ہے نظر نام ہے پیمانے کا

☆☆☆

غازی علم الدین شہید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ میانوالی جیل میں

حضرت غازی علم الدین شہید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو ریل کے فسٹ کلاس ڈبے میں محصور کیا گیا۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ہمراہ چار سپاہی اور دو سارجنٹ اور ایک چھوٹا کپتان تھا۔ میانوالی گاڑی بروز جمعہ اڑھائی بجے پہنچی اور وہاں سے پولیس بعجلت غازی علم الدین شہید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو میانوالی ڈسٹرکٹ جیل میں لے گئی۔

☆☆☆

حضرت غازی علم الدین قدس سرہ العزیز

وصیت

غازی علم الدین شہید رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان دنوں اپنے عزیز و اقارب کو میانوالی جیل میں ذیل کی وصیت کی:

''میرے پاس جو بھی میرا عزیز و رشتہ دار آئے، وہ مجھے روتا ہوا نہ ملے بلکہ وہ صبر و تحمل کا مظاہرہ کرتا ہوا ملے۔ میری سزائے موت پر عمل درآمد کے بعد مجھے غسل اور کفن یہیں سے ہی دیا جائے اور میری نماز جنازہ بھی یہیں سے پڑھائی جائے تاکہ میانوالی کے مسلمان بھی اس سے فائدہ اٹھائیں۔ لاہور نعش لے جانے کے بعد وہاں بھی غسل دیا جائے۔ اگر ہو سکے تو وہ چارپائی استعمال میں لائی جائے جس پر حضرت مولانا مولوی خلیفہ تاج الدین رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ بانی قدیمی اسلامی درس گاہ دارالعلوم انجمن نعمانیہ اندرون ٹیکسالی گیٹ لاہور کی نعش لے جائی گئی تھی اسے ضرور مہیا کر لیا جائے۔ میانوالی سے لاہور تک جس گاڑی میں بھی میری نعش لے جائی جائے اور وہ گاڑی جس وقت جس اسٹیشن پر رُکے وہاں بلند آواز سے کلمہ طیبہ کا ورد کیا جائے۔ میرا جنازہ چوبرجی عیدگاہ گراؤنڈ میں رکھا جائے اور وہیں اہلیان لاہور کے مسلمان میری نماز جنازہ پڑھیں اور میرے حق میں دُعائے خیر کریں۔ میری قبر کے چاروں کونوں میں گلاب کے چار گملے لگائے جائیں۔ قبر ننگی رکھی جائے تاکہ اس پر بارانِ رحمت کی بوندیں ٹپکتی رہیں۔ مجھے صندوق میں بند کر کے قبر میں نہ رکھا

جائے مجھے بطریق سنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم دفن کیا جائے میری قبر کو پختہ نہ بنایا جائے۔ اس کی حفاظت کے لیے اس کے گرد اکھڑا بنایا جائے اور قبر کے گرد کٹہیرا میرے والد اپنے ہاتھ سے تیار کر کے لگائیں۔''

سپرنٹنڈنٹ جیل کو تحریری وصیت

جب غازی علم الدین شہید رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی آخری ملاقات ہوئی اُس کے بعد غازی علم الدین شہید رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے جیل سپرنٹنڈنٹ کو بعد از شہادت اس پر عمل ہو سکے اور اور اس وصیت کو پڑھ کر تسلی کرنے کے بعد انہوں نے اسے بذریعہ کمشنر اپنے والد طالع مند تک وصیت کے مطابق:

''میرے تمام عزیز و اقارب کو تاکید کر دی جائے کہ میرے پھانسی لگ جانے کے بعد ان کے گناہ بخشے نہیں جائیں گے بلکہ ہر ایک کو روز آخرت اپنے عمل کا جواب دینا ہوگا اور اپنے عمل سے ہی وہ دوزخ سے چھٹکارا پائے گا۔ نماز قائم کریں اور احکام شرعیہ کی مکمل پابندی اختیار کریں زکوٰۃ دیں۔ بھائی محمد دین اور بھائی غلام محمد! تم پر جب بھی کوئی مصیبت نازل ہو تو آغاز کے بعد یا مزمل کا ورد ضرور کریں۔ مزار کی تیاری کے بارے میں لکھوایا کہ میری قبر کا فرش دو فٹ اونچا اور تین فٹ مربع ہو۔ میری قبر کا کٹہرا جو سارے تھڑے کا احاطہ کیے ہوئے ہو، سوا دو فٹ اونچا ہو۔ تمام سنگِ مرمر کا بنایا جائے۔ ایک جانب سے ۲۱۰۲ یا ۳۱۰۲ فٹ کی جگہ کچی رکھی جائے۔ یہ جنگلہ لکڑی کا میرے والد بزرگوار اپنے ہاتھ سے بنا کر لگائیں۔ قبر اندر سے کچی رکھی جائے۔ مجھے صندوق میں دفن کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ نیچے صرف ریت

بجھائی جائے۔

میرے خاندان میں سے جو آدمی بھی وفات پائے، اُس کی قبر میرے دائیں ہاتھ بنائی جائے۔ بڑے تھڑے کے چاروں کونوں پر گلاب کے پودے لگائے جائیں۔ باہر کی طرف دو کوٹھڑیاں بنائی جائیں اور کنواں بھی تعمیر کیا جائے اور مسجد وہاں بنائی جائے اور اس کا فرش میری قبر کے فرش سے کسی حالت میں کم نہ ہو۔

جب مجھے دفن کر دیا جائے تو دو رکعت نفل نماز شکرانہ ادا کریں اور دو نفل میری مغفرت کے واسطے ادا کیے جائیں۔ میری لاش کے ہمراہ دنگا وفساد نہ کیا جائے اور امن وامان کی تلقین کی جائے میری نعش کے ہمراہ ذکر الٰہی کا ورد رکھا جائے اور اس دوران کوئی بھی اپنے سر سے پگڑی نہ اتارے۔

میری جو قمیض عدالت میں پڑی ہوئی ہے وہ میرے ماموں سراج دین کو دی جائے اور میری شلوار بھائی محمد دین کو دی جائے۔

یہاں جیل میں جو میرے کپڑے ہیں ان میں سے میری پگڑی میرے تایا کو دی جائے اور قمیض چھوٹے تایا نور الدین کو اور کرتی جھنڈ و برادر بھیجے کو دی جائے اور بھائیوں کو السلام علیکم کہا جائے۔"



طلوع سحر

۳۰ اکتوبر ۱۹۲۹ء کو یہ خبر جنگل میں آگ کی طرح پھیل چکی تھی کہ کل صبح سویرے غازی علم الدین شہید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو شہید کر دیا جائے گا۔ چنانچہ بدھ کی رات سے ہی لوگ جوق در جوق نزدیکی شہروں سے میانوالی پہنچنا شروع ہو گئے اور اُنہوں نے میانوالی جیل کے باہر موجود میدان میں ڈیرہ جما لیا۔

اعلیٰ حکام کی ہٹ دھرمی

جیل سے باہر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے والد طالع مند و دیگر مسلمان اس انتظار میں بیٹھے تھے کہ جیل حکام آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مردہ جسم اُن کے حوالے کریں گے اور وہ باقاعدہ غسل اور کفن دفن کا انتظام کریں۔ لیکن حکام بالا اس بات سے شدید ہراساں تھے کہ کہیں ایسے وقت کوئی ہنگامہ نہ ہو جائے اور جلسے جلوس نکلنے شروع ہو جائیں اور حالات شہر خراب ہو جائیں۔

اسی خطرہ کے پیش نظر جیل کے حکام نے نعش اُن کے حوالے کرنے سے سختی سے انکار کر دیا اور عجلت میں تمام نعش کو غسل اور کفن دیئے بغیر قیدیوں کے قبرستان میں ایک گڑھا کھود کر دفن کر دیا۔ اُن کی عجلت پسندی کا یہ عالم تھا کہ لحد کھودنے کے لیے جو گھڑے منگوائے گئے تھے وہ بھی ویسے کے ویسے باہر ہی پڑے رہ گئے اور صرف ایک کمبل ڈال کر گڑھا مٹی سے پُر کر دیا گیا۔

غازی علم الدین شہید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو اس طرح حیوانوں کی مانند گھڑے میں دفن کرنے کی سازش دراصل گورنر پنجاب کے حکم پر کی گئی تھی۔ اُس

نے یہ قدم اس لیے اٹھایا تھا کہ وہ اس بات سے حد درجہ خوفزدہ ہو گیا تھا کہ کہیں نعش مسلمانوں کے قبضہ میں جانے سے خوفناک فساد نہ اٹھ کھڑا ہو۔ ایسے میں ایک نمبر دار قیدی نے بڑی جرأت کا مظاہرہ کرتے ہوئے میت کو دفناتے ہوئے با آواز بلند کلمۂ شہادت اور درود شریف پڑھا اور اپنی چادر کاندھے سے اتار کر غازی علم الدین شہید رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے اوپر ڈال دی۔

پولیس کا پہرہ

جیل حکام اس ساری صورتحال سے اس بُری طرح گھبرا گئے اور اس بات سے شدید خوف زدہ ہو گئے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ مسلمان لاش کو قبر کھود کر لے جائیں۔ اس مقصد کے لیے قبرستان پر پولیس کے مسلح نوجوانوں کا پہرہ لگا دیا اور رات کو روشنی کی خاطر گیسوں کی روشنی کی گئے تاکہ رات کے اندھیرے میں کوئی ایسی کاروائی اگر ہو تو اس کا فوری تدارک کیا جائے۔

دوسری طرف جیل کے تمام مسلمان قیدیوں کو اس بات سے شدید صدمہ پہنچا اور انہوں نے باہم مل کر درود شریف لاتعداد مرتبہ پڑھ کر شہید کی روح کو ایصال ثواب پہنچایا۔ ایک اخبار کی رپورٹ کے مطابق!

"جیل کے اندر ۳۵ قرآن پاک اور ۲۱ ہزار مرتبہ درودِ پاک پڑھ کر شہید کی روح کو ایصال ثواب کیا گیا۔"

تمہارے مرتبہ تک فکر کی پرواز کیا پہنچے
تو پھر میں کس طرح کہہ دوں کہ تم کیا ہو کہاں تم ہو

نعش کے لاہور لانے کے انتظامات

گورنر کی یقین دہانی کے بعد اب وفد نے نعش کے لاہور لانے کے تمام انتظامات کے بارے میں اور راستوں کی نشاندہی اور دیگر شرائط پر غور و خوض کے لیے ۷ نومبر کی شام تک کا عرصہ مانگا تا کہ تمام معاملات طے ہو سکیں۔

لاہور میں تمام سرکردہ مسلمان تنظیموں اور افراد کا اجلاس وفد نے طلب کیا۔ جس مین تمام امور پر بحث کے بعد جو فیصلہ کیا گیا اُس کے مطابق وفد نے ۷ نومبر شام چھ بجے گورنر پنجاب سے پھر ملاقات کی جس میں یہ طے پایا کہ مسلمانوں کو نعش کی حوالگی کی اطلاع چوبیس گھنٹے قبل دی جائے اور مسلمان مجسٹریٹ نعش میانوالی سے لاہور اپنی نگرانی میں لائے اور لاہور میں وفد کے حوالے کی جائے۔

نعش کی حوالگی

گورنر پنجاب سے طے شدہ پروگرام کے مطابق ۱۳ نومبر ۱۹۲۹ء کو لاہور سے مسلمانوں کا ایک وفد میانوالی پہنچا۔ اس کے علاوہ لاہور کے دو میونسپل کمشنر اور ایک مسلمان مجسٹریٹ بھی بحکم حکومت پنجاب میانوالی گئے تاکہ اپنی نگرانی میں نعش کو لاہور لانے کا بندوبست کریں۔

دوسرے دن علی الصبح دونوں مسلمان میونسپل کمشنروں اور مجسٹریٹ کی موجودگی میں میانوالی کے قیدی قبرستان کے کھودے گڑھے سے نعش کو نکلوایا گیا اور بصد احترام ڈپٹی کمشنر کے بنگلے پر لایا گیا۔ جہاں سے اسے لاہور لے جانے کے لیے ایک صندوق بنوایا گیا اور اس صندوق میں بند کر دیا گیا۔ یہ صندوق سیّد مراتب علی شاہ گیلانی نے بنوایا تھا۔ اس کے اندر جست لگا ہوا تھا اور جست پر روئی کی موٹی تہہ بچھی ہوئی تھی۔

غازی علم الدین شہید رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے جسم کو کسی بھی قسم کی تکلیف سے

بچاؤ کے لیے سرہانے نرم وملائم تکیئے رکھے ہوئے تھے۔ روئی کافور سے خوشبودار کیا گیا تھا۔ نعش گیلانی صاحب نے اپنے ہاتھوں سے اٹھا کر صندوق میں رکھی اور کلمہ شہادت کے ورد کے ساتھ نعش کو صندوق میں بند کر دیا گیا۔

میّت کا سفر لاہور کی جانب

غازی علم الدین شہید رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے صندوق کو کلمہ شہدات کے ورد کے ساتھ گاڑی میں رکھ کر ریلوے اسٹیشن میانوالی پہنچایا گیا جہاں پر ایک خصوصی ٹرین میت کو لاہور لے جانے کے لیے تیار کھڑی تھی۔

اس خصوصی ٹرین میں ایک ڈبہ فرسٹ کلاس کا' ایک سیکنڈ کلاس کا اور دو بوگیاں لگائی گئی تھیں۔

شام ساڑھے چار بجے یہ خصوصی ٹرین میانوالی سے روانہ ہوئی اور راستے میں کسی مقام پر نہ ٹھہرتے ہوئے رات ایک بج کر چالیس منٹ پر لالہ موسیٰ اسٹیشن سے گزری۔ ۱۴ نومبر ۱۹۲۹ء کو صبح کے وقت لاہور چھاؤنی کے اسٹیشن میاں میر نہر کے پل پر سنٹرل جیل لاہور کے پاس روک دی گئی۔

سنٹرل جیل کی دو گاڑیاں پہلے سے پل کے نزدیک تیار کھڑی تھیں۔ وہاں سے غازی علم الدین شہید رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی میت سنٹرل جیل حکام نے وصول کی جنہوں نے شام پونے سات بجے وہ میت مسلم لیگ کے ایک وفد جن میں علامہ اقبال رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ اور سر محمد شفیع شامل تھے کے حوالے کر کے اُن سے رسید لی۔ اُس وقت وہاں پر چند میونسپل کمشنر بھی موجود تھے۔

سنٹرل جیل سے میت کو لے کر یہ وفد عیدگاہ واقع میانی صاحب چوبرجی لے

گئے جہاں پر سات بجے کے نزدیک جنازہ اٹھایا گیا۔

نمازِ جنازہ کی تیاری

۱۵ نومبر ۱۹۲۹ء کو بوقت شام لاہور میں یہ اعلان کر دیا گیا غازی علم الدین شہید رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی میت کل صبح کسی بھی وقت عیدگاہ چوبرجی جو کہ اس زمانے میں چاند ماری کا میدان بھی کہلاتا تھا میں پہنچے گی اور لوگوں سے جنازے میں شرکت اور پُرامن رہنے کی درخواست کی گئی تھی۔

۱۴ نومبر ۱۹۲۹ء کی صبح لاہور میں ایک نئے سرمستانہ انداز میں طلوع ہوئی تھی۔ پنجاب کی تاریخ میں بالعموم اور برصغیر پاک وہند کی تاریخ میں بالخصوص یہ ایک انتہائی غیر معمولی دن تھا۔ لوگ نماز فجر کے بعد ہی عیدگاہ چوبرجی میں اکٹھے ہونا شروع ہو گئے تھے تاکہ عاشقِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نمازِ جنازہ میں شریک ہو سکیں۔ جس نے بلا کسی تامل مانند پروانہ شمع رسالت' حرمت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر اپنی جان کا نذرانہ پیش کیا تھا۔

وہ اس قدر شان وشوکت' شوق وزوق' جوش وجذبہ' نفس وشیطان کو روندتا ہوا میدان میں آیا تھا کہ شیطان لعین بھی اس سے گھبرا گیا تھا کہ حرمت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم وجانثار پروانے کس رنگ وانداز میں اپنی جان کا نذرانہ بلا کسی تامل اور تاخیر کے اور کسی بھی شے کی پرواہ نہ کرتے ہوئے پیش کرتے ہیں اور ابلیس کے غرور وتکبر اور فخر کو خاک میں ملا کر اس سے بھی بڑھ کر رُتبہ بارگاہ ایزدی میں پاتے ہیں اور وہ لعین اپنا سر پیٹنے اور ماتم گزاری کرنے کے کچھ بھی نہیں کر سکا۔ یہ ایک ایسا غازی تھا جس کے چرچے تا روزِ محشر گونجتے رہیں گے اور شیطان لعین کے سینے پر تازیانہ لگاتے رہیں گے۔

اُس دن اللہ عزوجل پر ایمان رکھنے والے تمام کلمہ گو ایک عجیب سی سرشاری و مستی کے عالم میں ایک عجیب انداز میں' ایک عجیب کشمکش کے ساتھ اس میدان کی جانب کلمہ شہادت کا درد کرتے ہوئے اکھٹے ہو رہے تھے۔ اس دن لاہور کے تقریباً چھ لاکھ سے زائد مسلمان اس میدان میں آقائے دوجہاں حضور رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ناموس پر اپنی جان کا بے تابانہ نذرانہ پیش کرنے والے ''غازی اور شہید'' کے نماز جنازہ میں شرکت کے لیے اکٹھے ہوئے بہت سے ضعیف العمر اور بچے ایسے بھی تھے جو وہاں تک نہیں پہنچ سکے لیکن دلی لحاظ سے انہوں نے بھی شرکت کی۔

شاید لاہور نے اپنے جنم دن سے لے کر اس وقت تک تاریخی لحاظ سے ایسا منظر کبھی نہیں دیکھا ہوگا جیسا منظر اس وقت لاہور کے گلی کوچوں' محلوں' بازاروں' چوکوں' شاہراؤں پر نظر آرہا تھا اور جسے بڑے سے بڑا منظر نگار بھی الفاظ میں بیان کرنے سے قاصر نظر آرہا تھا۔

مختصر طور پر چند الفاظ میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ شاید ہی کوئی ایسا مسلمان ہوگا جس کے دل و آنکھوں سے آنسوؤں کی شکل میں حرمت ناموس سرورِ کونین آقائے دوجہاں حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر جان نچھاور کرنے والے پر عقیدت و محبت سے اشکبار نہ ہوں۔

اے صبا! آج ہمیں راکھ سمجھ کر نہ اڑا
ہم نے جل جل کے تیرے راستے چمکائے ہیں

☆☆☆

عاشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی

نماز جنازہ

حضرت ابو محمد سیّد محمد دیدار علی شاہ محدث الوری قدس العزیز بانی مرکزی دارالعلوم حزب الاحناف اور علامہ اقبالؒ نے آپ کو لحد میں اتارنے کی سعادت حاصل کی۔

۱۶ نومبر ۱۹۲۹ء کی صبح کو مسلم اکابرین جن میں علامہ اقبال رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ جیسے نابغہ روزگار بھی تھے ایک میٹنگ میں اس بات کو پیش کیا گیا کہ غازی علم الدین شہید رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی نمازِ جنازہ پڑھانے کا شرف کسے حاصل ہو۔ اس موقع پر اخبار ''روزنامہ سیاست'' کے مدیر اعلیٰ اور مالک سیّد حبیب اللہ صاحب بھی تشریف فرما تھے۔ اُنہوں نے کہا کہ غازی علم الدین شہید رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی نمازِ جنازہ پڑھانے کا حق اُن کے والد بزرگوار میاں طالع مند کا ہے۔

سیّد حبیب اللہ کی بات سُن کر میاں طالع مند نے کہا کہ اگر یہ حق مجھے حاصل ہے تو میں اپنا حق علامہ محمد اقبال رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کو دیتا ہوں کہ وہ نمازِ جنازہ پڑھائیں۔ اس کے بعد علامہ اقبال رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے سیّد حبیب اللہ اور دیگر اکابرین کے مشورے سے اُس وقت کے نابغہ روزگار عالم دین حضرت مولانا سیّد دیدار علی شاہ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ بانی مرکزی دار العلوم حزب الاحناف کا نام تجویز کیا۔

قاری شمس الدین صاحب جب نمازِ جنازہ پڑھا کر فارغ ہوئے تو اتنے

میں بانی دارالعلوم حزب الاحناف مولانا سیّد دیدار علی شاہ الوری، سید المفسرین سند المحدثین شیخ المشائخ امام اہلسنت اُستاد العلما مفتی اعظم سراج اہلِ تقوی سیّد البو برکات سید احمد شاہ صاحب رضوی مشہدی اشرفی القادری رحمتہ اللہ علیہ امیر دارالعلوم حزب الاحناف مولانا سیّد احمد شاہ صاحب کے ہمراہ تشریف لے آئے۔

چنانچہ مولانا سیّد دیدار علی شاہ صاحب بانی مرکزی دارالعلوم حزب الاحناف نے دوسری مرتبہ نمازِ جنازہ پڑھائی جس کے بعد مولانا سیّد احمد شاہ صاحب نے تیسری مرتبہ نمازِ جنازہ پڑھائی۔ بعدازاں جنازہ اٹھانے کی تیاری کی گئی۔

جنازہ کی روانگی

ساڑھے دس بجے کے قریب جب جنازہ اٹھایا گیا تو لوگ کندھا دینے کے لیے دیوانہ وار آگے بڑھ رہے تھے لیکن بے شمار لوگوں کو اس سعادت سے محروم ہونا پڑا۔ کئی لوگوں نے اپنی گاڑیاں جنازہ کے بانسوں میں پھنسا رکھی تھیں اور لوگ ان گاڑیوں کو اس تصور سے پکڑے چل رہے تھے جیسے انہوں نے میت کے جنازہ کے بانسوں کو پکڑ رکھا تھا۔ فضاء کلمہ شہادت سے گونج رہی تھی جنازے کا جلوس تقریباً ساڑھے پانچ میل لمبا تھا۔

کچھ بدطن لوگوں نے اس دوران جلوس کو درہم برہم کرنے کی کوشش کی لیکن اس مقصد کے لیے قائم کردہ رضا کار کمیٹی کے قائدین مولانا ظفر علی خان، حکیم احمد حسن اور دیگر رہنماؤں نے بروقت اس پر قابو پالیا اور اس طرح جنازہ آہستہ آہستہ کلمہ شہادت اور درود شریف کی پُرشکوہ گونج میں اپنے اصل مقام کی طرف بڑھتا ہی چلا گیا اور اس طرح انتہائی امن وسکون سے میانی صاحب قبرستان میں

اپنے مقام مدفن میں پہنچ گیا۔

اس کے باوصف شدت بے تابی کا یہ عالم تھا کہ لوگ دور دور سے بھاگے چلے آرہے تھے۔ جس طرف بھی انسانی نگاہ اٹھ رہی تھی اور حد نظر لوگوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر نظر آرہا تھا۔ جنازہ گاہ سے لے کر قبرستان میانی صاحب جائے مدفن تک ہزاروں کی تعداد میں مستورات بھی اونچے اونچے ٹیلوں پر بیٹھیں کلمہ شہادت پڑھ رہی تھیں۔

سب سے پہلے طالع مند جائے مدفن پر تشریف لائے۔ لوگوں کا ایک ہجوم اُن کے گرد پروانہ وار گھوم رہا تھا اور ان کے گلے میں پھولوں کے ہار ڈال رہا تھا۔ جس سے اُن کی گردن ہاروں سے بھری ہوئی تھی۔ سارے راستے میں لوگ پھولوں سے لدی ہوئی چھابیاں لیے کھڑے تھے اور دیوانہ وار پھول اٹھا اٹھا کر میت پر نچھاور کر رہے تھے۔ اُس روز پھول فروشوں نے پھول مفت تقسیم کیے۔

قبر مبارک

غازی علم الدین شہید رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی قبر مبارک نہایت صاف ستھری اور بہت نفیس تیار کی گئی تھی۔ لوگ پھول لا لا کر قبر میں پھینک رہے تھے جس سے قبر کے اندر پھولوں کا ایک فرش سا بچھ گیا تھا۔ اب نعش کو قبر میں اتارنے کا مرحلہ آیا۔ سارا مجمع کلمہ شہادت کے ورد سے گونجنے لگا۔

حاضرین میں سب سے پہلے حضرت مولانا سیّد دیدار علی شاہ الوری بانی مرکزی دارالعلوم حزب الاحناف اور علامہ اقبال رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ قبر مبارک میں اترے اور پھر میت کو بصد احترام اپنے ہاتھوں سے لحد مبارک میں اتارا۔ لوگوں نے فرط عقیدت سے اس قدر پھول قبر کے اندر پھینکے کہ میت اُن میں چھپ گئی۔

پھر اوپر انیٹوں کے تعویذ سے قبر مبارک کو بند کر دیا گیا اور کلمہ شہادت کے ورد کی گونج میں لحد مبارک پر مٹی ڈالی گئی اور دُعائے فاتحہ ادا کی گئی۔

١٦ نومبر ١٩٢٩ء کا دن وہ یادگار دن ہے کہ اس روز شہر لاہور کے تمام مسلمان چھٹی پر تھے، تمام مسلمان دوکانداروں نے اپنی دوکانیں بند کر رکھیں تھیں میوہ منڈی، سبزی منڈی، قصاب منڈی بالکل بند رہیں، تمام سکولوں کے مسلمان طلباء اور دفاتر کے مسلمان ملازمین نے بھی چھٹی کی اور جنازہ میں شرکت کی۔

